سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم

طالب الہاشمی

حضرت صرمہ بن ابی انس انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت صرمہ بن ابی انس انصاریؓ

①

سرورِ عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے اگرچہ تمام اہلِ عرب مجموعی طور پر کفر و شرک اور عصیان و تمرّد کی دَلدَل میں دھنسے ہوئے تھے تاہم ان میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جو موحّد اور مسلکِ ابراہیمی کے پیرو تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو غیر اللہ کی عبادت سے تو مجتنب تھے لیکن کسی شریعت میں داخل نہ تھے اور توحید و عبادتِ الٰہی کی طلب میں حضرت ختم المرسلین ﷺ کے ظہور کے منتظر تھے۔ تاریخ میں ایسے اصحاب کو حنفاء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے سعید الفطرت اصحاب، جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، نہ صرف مکہ اور عرب کے بعض دوسرے علاقوں میں موجود تھے بلکہ یثرب (مدینہ) بھی ان کے وجود سے خالی نہ تھا۔ یثرب کے حنفاء میں ابوقیس صرمہ بن ابی انسؓ اپنی کبرسنی اور پاک بازی کی بنا پر امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا تعلق خزرج کی معزز ترین شاخ بنونجار سے تھا۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

صرمہؓ بن ابی انس قیس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجّار۔

حضرت صرمہؓ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ وہ عنفوانِ شباب ہی میں بُت پرستی سے متنفّر ہو گئے اور دنیا ترک کر کے رہبانیت اختیار کر لی۔ اس زمانے میں وہ ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے اور گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر غور و تفکر میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مدت کے بعد

گوشۂ عزلت سے نکل کر دنیا کے کام دھندوں میں حصہ لینا شروع کر دیا لیکن بُت پرستی اور اعمالِ رذیلہ سے ہمیشہ اجتناب کرتے رہے۔ اہلِ حق کی طرح غُسلِ جنابت کرتے تھے اور کسی ایسے گھر میں داخل نہ ہوتے تھے جس میں کوئی حائضہ عورت یا جنبی موجود ہو۔ ایک مرتبہ انھوں نے ارادہ کیا کہ رائج الوقت ادیان میں سے جو دین صحیح معنوں میں سعادت وفلاحِ ابدی کی طرف رہ نمائی کرتا ہو اس کو اختیار کر لیں۔ چناں چہ اس اشتیاق نے انھیں دینِ مسیحی کی طرف مائل کیا لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اس زمانے کے مسیحیوں نے اپنے دین میں تحریف کر ڈالی ہے اور اس میں بت پرستی کو شامل کر لیا ہے تو وہ قبولِ مسیحیت کے ارادہ سے دست بردار ہو گئے اور دینِ ابراہیمی (دینِ حنیف) اختیار کر لیا۔ گو رہ نمائی کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن وہ اپنی بصیرت اور اپنے شعور کے مطابق خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک عبادت گاہ بنالی جس کو نہایت پاک وصاف رکھتے تھے اور کسی ایسے شخص کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے جس پر غسل واجب ہو۔ بہ قول حافظ ابنِ حجرؒ وہ اپنی عبادت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے اعبد رب ابراهيم ''میں ابراہیمؑ کے ربّ کی عبادت کرتا ہوں۔''

اسی انداز سے زندگی بسر کرتے حضرت صرمہؓ کی عمر سو برس سے اوپر ہوگئی۔ اپنے پاکیزہ اخلاق اور کبرسنی کی وجہ سے وہ اہلِ مدینہ میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

(۲)

ہجرتِ نبوی سے کچھ مدت پہلے یثرب میں اسلام کا چرچا پھیلا اور لوگ نبیِ آخرالزماںؐ کا ذکر کرنے لگے تو حضرت صرمہؓ کے دل نے گواہی دی کہ مکہ میں جس ذاتِ اقدس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ خدا کے سچے رسول ہیں اور دینِ حق کی تبلیغ وترویج کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر قبول ایمان کے لیے بیتاب ہو گئے لیکن ضعفِ پیری اور اضمحلالِ قویٰ نے مکہ معظّمہ کا سفر اختیار کرنے کی طاقت نہ چھوڑی تھی۔ نہایت بے قراری سے مدینہ میں حضورؐ کے ورودِ مسعود کا انتظار کرنے لگے۔ اب ان کے دل میں اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ تھی کہ مرنے

سے پہلے پیغمبرِ آخرالزماںؐ کے جمالِ جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن اور ٹھنڈی کرلیں۔

بالآخر وہ ساعتِ سعید آ پہنچی جب سرورِ عالم ﷺ نے سرزمین یثرب کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اس وقت یثرب ''مدینۃ النبیؐ'' بن گیا جس کے درودیوار زبانِ حال سے یوں نغمہ خواں تھے:

اینک آں سروِ خراماں می رسد — اینک آں گلبرگ خنداں می رسد
شاد باش اے چشمِ ہجرانِ بلا — کز پئے دردِ تو درماں می رسد
شوق کن اے بلبلِ گلزارِ عشق — کاں گل نواز گلستاں می رسد
دردلِ افسردہ روحے می دمد — مردہ تن رامژدۂ جاں می رسد
دور شو اے ظلمتِ شامِ فراق — کافتابِ وصل تاباں می رسد

حضرت صرمہ بن ابی انسؓ فرطِ مسرّت سے بے خود ہوگئے۔ نہایت جوش سے سرکارِ دوعالم ﷺ کا استقبال کیا۔ قبولِ ایمان اور بیعت کے شرف سے بہرہ یاب ہوئے اور اس دولتِ لازوال کے حصول پر سجدۂ شکر بجالائے۔

قبولِ اسلام کے وقت حضرت صرمہؓ کی عمر ایک سو آٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ ضعفِ پیری کی وجہ سے غزوات میں شریک ہونے سے معذور تھے۔ اس کی تلافی انھوں نے یوں کی کہ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ عبادتِ الٰہی میں گزارتے تھے۔

(۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت صرمہ بن ابی انسؓ کو شعروسخن کا نہایت پاکیزہ ذوق عطا کیا تھا۔ ان کا شمار اپنے قبیلہ کے نغز گو شاعروں میں ہوتا تھا۔

اربابِ سِیَر نے ان کے متعدد اشعار اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں جنھیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے سعدی تھے کیوں کہ ان کے بیشتر اشعار میں برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صرمہؓ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کے ساتھ

بالخصوص اس بات میں کہ یہ کس صحابی کی نسبت وارد ہوئی تھی۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک کہ سفید دھاگے اور سیاہ دھاگے میں تمیز نہ کی جا سکے۔ اس آیت کو سن کر ایک صحابی نے اپنے پیر کے انگوٹھے میں ایک سفید دھاگا اور ایک سیاہ دھاگا باندھ لیا یا بہ روایتِ دیگر اپنے بستر میں سرہانے کے نیچے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگا رکھ لیا اور جب تک دونوں میں اچھی طرح امتیاز نہ ہونے لگتا اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے۔ اس وقت مِنَ الفجر کا لفظ نازل ہوا جس سے واضح ہوگیا کہ سفید اور سیاہ دھاگے سے مراد تاریکی اور روشنی کی دو دھاریاں ہیں۔

حضرت صرمہؓ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ